Reg. L. No 1093

THE ALHAKAM

Qadian

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر

بہشتی دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدینۃ المسیح قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

جلد | مورخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۲۴ء | نمبر

چالیس ہزاری تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے قلم سے

ذیل میں وہ تحریک درج کی جاتی ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۴ر فروری سنہ ۱۹۲۴ء کو لکھی ہے۔ ہر جگہ کے سکرٹری صاحبان کا فرض ہے کہ بروز جمعہ یا خاص جلسہ کر کے اس تحریک کو پڑھکر سنائیں۔ اور ۲۹ر فروری سنہ ۱۹۲۴ء تک اعلان کی مکمل فہرست دفتر ناظر بیت المال کو روانہ کر دیں پہلی قسط ۲۰ر مارچ سنہ ۱۹۲۴ء تک ادا ہو جاوے۔ ایڈیٹر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

تائید دین کا وقت ہے

تمام احباب اور مخلصین جماعت کو اس امر کا علم ہے کہ ملکانہ قوم کی اصلاح اور اسلام کی طرف واپس لانے کے لئے ایک سال کے قریب سے ایک زبردست جد و جہد ہو رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے دوسری تمام جماعتوں کی نسبت ہمیں زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ اور ہو رہی ہے سینکڑوں دوست ہماری جماعت کے ان علاقوں میں تین تین ماہ کے لئے کام کر چکے ہیں۔ اور سینکڑوں جانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ ان سہ ماہی وار جانیوالوں کے علاوہ ایک مستقل عملہ اس علاقہ میں رکھنا پڑتا ہے جو کام کو ایک طرز پر جاری رکھ سکے۔ اور نئے آنیوالوں کو پچھلوں کے کام اور ان کے علم سے واقف رکھ سکے۔ اور ان کے کام کی نگرانی بھی کر سکے۔ اور یہ عملہ نگرانی و دیگر اخراجات تعلیم وغیرہ ایک کثیر رقم کا خرچ چاہتے ہیں۔ اس وقت تک تیس ہزار روپیہ سے زیادہ اس مد میں سو سو روپیہ دینے والے دوستوں کی ہمت سے جمع ہو چکا ہے۔ اور اس کا اکثر حصہ خرچ ہو چکا ہے بہت ہی قلیل رقم باقی ہے۔ اور اب اخراجات کی تنگی کا سخت خوف ہے۔ حتی کہ ڈر ہے کہ کام کو نقصان نہ پہنچے۔

احباب کو جلسۂ سالانہ پر معلوم ہو چکا ہے کہ ہم صرف ملکانہ قوم میں ہی تبلیغ نہیں کر رہے۔ بلکہ اسی ضمن کے

بعض ہندو اقوام میں بھی زور سے تبلیغ جاری ہے۔ اور ان میں اس تحریک کو کامیابی بھی حاصل ہو رہی ہے۔ ملک کے مختلف حصص میں بعض اقوام اہل ہنود اسلام لانے کے لئے تیار ہیں۔ اور بعض قومیں اسلام کو قبول کرنے بھی لگ پڑی ہیں جن میں سے بعض کا حال تو احباب کو معلوم ہوتا رہا ہے۔ اور بعض کا حال ابھی مصلحتاً عام طور پر شائع نہیں کیا جاتا۔ اور یہ تبلیغ بھی بہت سے خرچ چاہتی ہے

میں نے اس وقت تک ان تبلیغی کوششوں میں حصہ لینے والے احباب کے لئے یہ شرط رکھی تھی۔ کہ وہ کم سے کم سو روپیہ دیں۔ تب اس فنڈ میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اور اس وقت تک ایسے ہی لوگ اس میں چندہ دیتے رہے ہیں جو سو روپیہ دے سکتے تھے۔ مگر چونکہ ایسے لوگ ہوتے ہیں اب اس فنڈ کی آمد بہت محدود ہوتی جا رہی ہے۔ اور ضرورت ہے کہ اب اس دروازہ کو اور وسیع کر دیا جائے۔

ہماری جماعت کے احباب کے دلوں میں جو اخلاص اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے اس امر کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ اس سو روپیہ کی شرط کی وجہ سے ہزاروں مخلصین کے دل زخمی تھے۔ اور ان کے جوش اندر ہی اندر اٹھ اٹھ کر رہ جاتے تھے۔ کیونکہ گو ان کے دل وسیع تھے۔ لیکن ان کی جیبوں میں روپیہ نہ تھا۔ اس لئے وہ اس شرط کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ میں جانتا ہوں کہ اگر یہ سو روپیہ کی شرط نہ ہوتی۔ یا ان کے پاس روپیہ ہوتا تو ہزاروں مخلص ہماری جماعت کے ایسے ہیں۔ جو چندہ دینے والوں کی صف اول میں کھڑے ہوتے۔ اور کبھی بھی دوسروں سے پیچھے رہنے کو گوارا نہ کرتے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کی مجبوریوں کو دیکھتا ہے۔ اور ہر ایک شخص جس کا دل چاہتا تھا نہیں بلکہ اپنی مجبوری کو دیکھ کر اندر ہی اندر خون ہو رہا تھا۔ لیکن صرف مجبوری کی وجہ سے اب تک اس تحریک میں حصہ نہیں لے سکا۔ وہ خدا کے حضور میں ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ وہ جس نے بوجہ مقدرت کے سو روپیہ دینے والوں کی جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں ثواب اور مدارج کی کمی نہیں۔ وہ ان مخلصین کو جنہوں نے اپنی مقدرت سے فائدہ اٹھایا۔ اور دین کی خدمت کی۔ ان کے کام کا پورا بدلہ دیگا۔ اور ان کو بھی جن کے دل چاہتے تھے۔ لیکن عدم استطاعت کی بیڑیاں ان کے پاؤں میں تھیں۔ انہی کے سے بدلے دیگا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت کے سو روپیہ دینے والے دوست اپنے بھائیوں کے اس مفت کے ثواب پر چڑینگے نہیں۔ بلکہ خوش ہوں گے۔ اور میں اپنی طرف سے تو کہتا ہوں کہ ایسے دوست جتنے بھی زیادہ ہوں۔ ان کا خیال اور قیاس میرے دل کو خوشی سے بھر دیتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ ان دوستوں کو صرف ثواب سے ہی حصہ دینا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ ان کے دل کی حسرت کو بھی دور کرنا چاہتا اور اس کی جگہ خوشی کی لہر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے۔ کہ ملکانہ تحریک اس قدر لمبی ہو گئی ہے۔ کہ اب ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ تمام جماعت کو اس میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے۔ اور تمام بھائیوں کو اس خدمت میں شریک کیا جائے۔ اور اگر میں احمدیوں کے دلی خیالات کے پڑھنے میں غلطی نہیں کرتا۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ میں اس اعلان کے ذریعہ سے ان کو ایک بہت بڑی خوشخبری سنا رہا ہوں۔ جس کے لئے وہ مدت سے چشم براہ تھے۔

علاوہ ملکانہ تحریک اور ہندوؤں میں تبلیغ کی تحریک کے جرمن مشن۔ بخارا مشن۔ اچھوت قوموں میں تبلیغ اور ان کی تعلیم کے اخراجات ایسے ہیں۔ جو معمولی چندوں سے پورے نہیں ہو سکتے۔ اور ان کیلئے بھی خاص چندہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اس سال جلسہ گاہ کی تیاری۔ مہمانخانہ کی وسعت اور افریقہ کی جماعت کو جو اب بیس ہزار کے قریب پہنچ گئی ہے۔ تین ہزار کے قریب روپیہ بطور امداد دینا ضروری تھے۔ تاکہ وہ سکول اور لیکچر گاہ تیار کریں۔ ایک قیمتی زمین سرکار کی طرف سے مفت ملی ہے۔ اور بہت سا روپیہ وہ خود جمع کریں گے تالیف قلب کے لئے اور ہندوستانی بھائیوں کی ہمدردی کے اظہار اور تعلقات کی مضبوطی کے لئے ان کو تین ہزار روپیہ مرکز کی طرف سے دیا جائیگا۔ مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم کے پس ماندگان کی واپسی کا سوال بھی درپیش ہے ان تمام ضرورتوں کے لئے چالیس ہزار کے قریب روپیہ کی علاوہ ماہواری چندوں کے ضرورت ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ ہماری جماعت کے مخلصین اس رقم کو باآسانی پورا کر سکتے ہیں۔

میں جانتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت غریب ہے لیکن مال خرچ کرنے میں آسانی مال کی زیادتی سے نہیں ہوتی۔ بلکہ دل کی وسعت سے ہوتی ہے۔ اور یہ وسعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کو حاصل ہے۔

چونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ تمام احباب اس تحریک میں یکساں حصہ لیں۔ اس لئے میں نے اس رقم کے جمع کرنے کے لئے ایک تجویز کی ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اس تحریک پر عمل کر کے ہماری جماعت کے دوست اس رقم کو بہت جلد پورا کر سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ تمام احمدی علاوہ ماہوار چندوں کے اپنی ماہوار آمد کا ایک تہائی حصہ اس سال ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے یکمشت دیدیں۔ ان علاقوں میں جہاں مربعے ہیں۔ یہ انتظام کیا جائے۔ کہ ہر زمیندار علاوہ اپنے مقررہ چندہ کے فی مربعہ ۲۵ روپیہ اس تحریک میں دے۔ اور کل زمیندار اپنے حصہ کی رقم کو دو فصلوں پر بھی ادا کر سکتے ہیں۔ جو لوگ ماہوار آمدنی رکھتے ہیں۔ وہ بھی ایک مہینہ سے لیکر تین مہینے تک اپنے حصہ کی رقم پوری کر سکتے ہیں۔

جو لوگ سو روپیہ پہلے دے چکے ہیں۔ میں ان کو بھی اس تحریک سے مستثنیٰ نہیں کرتا۔ کیونکہ اول تو اس تحریک میں علاوہ ملکانہ فنڈ کے اور تحریکیں بھی شامل ہیں اور دوسرے جن کو خدا نے زیادہ وسعت دی ہو۔ ان پر حق ہے۔ کہ کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ تمام جماعتوں کے امیر اور سکرٹری اس تحریک کے پہنچتے ہی اپنے علاقہ کے احمدیوں سے پوری طرح اس تحریک میں حصہ لینے کی تحریک کریں گے۔ اور اس امر کو دیکھیں گے۔ کہ کوئی احمدی اس تحریک سے باہر نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ رقم تبھی پوری ہو سکے گی۔ جبکہ پوری طرح اس تجویز پر عمل کیا جاوے۔ اور چاہیئے کہ سوائے زمینداروں کے جن کے لئے فصلوں کا انتظار کیا جا سکتا ہے۔ باقی سب دوست تین ماہ کے اندر اس تحریک کے مطابق اپنے حصہ کو ادا کر کے ثواب دارین کو حاصل کریں۔ اور ان مشکلات کے دور کرنے میں حصہ لیں۔ جو دوسری صورت میں پیدا ہو سکتی ہیں۔

اے عزیزو! ایسا نہ ہو۔ کہ تم میں سے کوئی کہہ بیٹھے کہ چندہ! چندہ!! ہر وقت چندہ!!! ہم کہاں تک چندے دیتے جائیں۔ کیونکہ یہ چندہ میں اپنے نفس کے لئے تم سے نہیں مانگتا۔ بلکہ میں یہ چندہ خود تمہارے لئے ہی مانگتا ہوں۔ تاکہ یہ رقم تمہارے لئے خدا کے خزانہ میں جمع رہے۔ اور بڑھے اور بڑھے۔ اور تمہاری اس زندگی میں کام آئے۔ جو نہ ختم ہونے والی ہے۔ اور جس زندگی میں کہ صرف اسی دنیا کے اعمال اور اسی دنیا میں جمع کیا ہوا روپیہ کام آتا ہے۔ دشمن اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام نے لوگوں سے روپیہ بٹورنے کے لئے یہ سب انتظام کیا ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے اپنی اولاد کے لئے ایک جائداد چھوڑی ہے۔ مگر آپ لوگ جانتے ہیں کہ نہ مسیح موعود کسی کے روپیہ کے محتاج تھے اور نہ سلسلہ کے اموال آپ کے خلفاء کی یا آپ کی اولاد کی جائداد ہیں۔ وہ خدا کے لئے جمع کئے جاتے ہیں۔ اور خدا کے لئے خرچ ہوتے ہیں۔ کون ہے جو کہہ سکے۔ کہ میں نے کبھی ایک پیسہ بھی اپنے لئے اس سے طلب کیا۔ یا یہ کہ سلسلہ کے اموال میں سے ایک حبہ بھی کبھی میں نے اپنا قرار دیا۔ اور اسے اپنے پر خرچ کیا۔ میں تو اس قدر محتاط ہوں کہ بعض لوگ اگر مجھ سے دریافت کریں۔ کہ ہم آپ کے لئے کوئی تحفہ بھیجنا چاہتے ہیں۔ کیا چیز بھیجیں۔ تو میں ان کو یا جواب ہی نہیں دیتا۔ یا یہ لکھ دیتا ہوں۔ کہ میں پیدائش سے لیکر آج تک سوال کرنے سے بچ رہا ہوں۔ اور اب بھی سوال کے لئے خدا کے فضل سے تیار نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ جماعت کے مخلصین کو اور بھی زیادہ میری اس تحریر کو پڑھ کر صدمہ اور افسوس ہوگا۔ کیونکہ گو میں ان سے کچھ طلب نہیں کرتا۔ اور ان کے مال انہی کے فائدہ کے لئے خرچ کرتا ہوں۔ مگر وہ اپنے اخلاص کی وجہ سے اپنے اقرار بیعت کو مدنظر رکھ کر اپنی ہر ایک چیز میری ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن ہر جماعت میں ایک حصہ کمزور لوگوں کا بھی ہوتا ہے۔ جو شیطانی تحریکوں کو قبول کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ پس ان لوگوں کے دلوں کے وسوسوں کا دور کرنا بھی میرا فرض ہے۔ اور انہی کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ باتیں لکھی ہیں۔

اے عزیزو! فتح کا زمانہ آگیا۔ کامیابی دروازے پر ہے۔ خوشی کی گھڑیاں ناچتی ہوئی چلی آتی ہیں۔ اور تمہارے قدموں کے چومنے کے مشتاق ہیں۔ وہ دن قریب ہیں جب فوج در فوج لوگ اسلام اور احمدیت کو قبول کریں۔ پس اس زمانہ کی مناسبت سے اپنی قربانیوں کو بھی بڑھا دو۔ کہ لوگ روزمرہ کی نسبت شادیوں کے موقع پر زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ اب تک تمہاری قربانیاں ایسی تھیں۔ جیسے کہ انسان روزمرہ کے خرچ برداشت کرتا ہے۔ اب عید کا دن آنے والا ہے۔ اس کا باریک ھلال مجھے نظر آرہا ہے۔ اے کاش ہم جس طرح رمضان میں ثابت قدم رہے۔ اس سے بڑھ کر عید کے دن ہمیں صراط مستقیم پر رہنے کی توفیق ملے۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارے دن چاند کے حساب پر ہیں۔ پس دن خواہ عید کا ہی ہو۔ اس سے پہلے رات آنی ضروری ہے۔ میں نے کہا ہے۔ کہ عید کا چاند نظر آرہا ہے۔

مگر اے عزیزو! پیشتر اس کے کہ دن چڑھے۔ عید کی رات کا ختم ہونا ضروری ہے۔ پس دعا کرو۔ کہ اس رات کے بعد دن کا دیکھنا ہمیں نصیب ہو۔ اور یہ رات ہمارے لئے بابرکت ثابت ہو۔ یہ فتح کی ابتدائی گھڑیاں سخت قربانی کی گھڑیاں ہوں گی۔ مگر یہ رات ایک خالص خوشی کا دن چڑھائے گی۔ اور یہ اندھیرا ایک روشن سورج پیدا کریگا۔ اور ہر ایک جو اسلام کی عظمت کا خیال لے کر اس رات میں لیٹے گا۔ وہ اسلام کی فتح کا جھنڈا لے کر دن کو کھڑا ہوگا۔ مبارک وہ جو آخر تک مستقل ہیں اور کامیابی کا منہ دیکھیں۔ اور خدا کرے سب احمدی ایسے ہی ثابت ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی (۱۲ فروری ۱۹۲۴ء)

اسلام کی فضیلت کا اقرار

آریہ اخبار کی زبانی

اسلام نے انسانی زندگی کو اعلیٰ درجہ کا بنانے کیلئے کیسے کیسے زریں اصول بیان فرمائے ہیں۔ جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ ان اصولوں کو اگر نظر تعمق سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ ہادی اسلام کی یہ عین خواہش اور دلی مراد معلوم ہوتی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو امن و آسائش سے لبریز بنائے۔ ان زریں اصولوں میں سے ایک اصول مخلوق خدا کو ایک نظر سے دیکھنا۔ اور ان سے محبت اور تعلق پیدا کرنے میں کسی قسم کی نفرت کو دل میں جگہ نہ دینا ہے۔ یہ ایک نہایت ہی قیمتی اصول ہے۔ اور یہ وہ اصول ہے کہ اگر آج اسکو چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دنیا کا کام چلتے چلتے رک جائے۔ اور نسل انسانی کا بقا مشکل ہو۔ جن اقوام میں اس اصول کی کماحقہ نگہداشت نہیں کی جاتی اور اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ وہ قومیں ہمیشہ ذلیل اور اوج ترقی سے محروم رہتی ہیں۔ ان کے کام دن بدن ناقص اور ان کی ترقی کی رفتار مرور زمانہ سے دن بدن کمزور ہوتی جاتی ہے۔ اور آخر کار وہ قومیں صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہیں۔

کاش ایسی قومیں لفظ انسان پر ہی غور کرتی جو کہ دو انسوں سے مرکب ہے۔ اور اشارہ کرتا ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ اور اسے آپس میں مل جل کر رہنا چاہیئے۔ اس اصول کو قرآن شریف میں کئی جگہ بیان کیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا یعنی تم اسلام کے طفیل اور آنحضرت کے وجود مبارک سے بھائی بھائی ہوگئے۔

پس صحابہ کرام کی ترقی کوئی مخفی امر نہ تھی۔ اور اس ترقی کا راز اسی اصول پر کاربند ہونا تھا۔

کیا اسلامی تاریخ میں حرب بسوس مشہور نہیں اور کیا یہ لڑائی ایک لمبے عرصہ تک قبائل کے درمیان جاری نہیں رہی۔ یہ ایک ایسی لڑائی ہے جو کہ جاہلیت میں زبان زد خلائق تھی۔ اور اس کے متعلق عربی زبان میں مثالیں دی گئی ہیں۔ جیسا کہ اس عربی ضرب المثل سے ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ اشأم من حرب البسوس حرب بسوس چالیس سال تک جاری رہی۔ اور عرب لوگوں کے درمیان یہ ایک نہایت ہی منحوس لڑائی شمار کیجاتی تھی۔ پس اہل عرب کی جاہلیت کی لڑائیاں کوئی معمولی لڑائیاں نہ تھیں۔ بلکہ وہ لڑائیاں ایک عرصہ دراز تک قبائل میں جاری رہتی تھیں۔ اور جب تک کہ قاتل زندہ ہوتا تھا مقتول کے رشتہ دار آرام وچین کی زندگی بسر نہ کرتے تھے۔ بلکہ بعض تو ان میں سے قسمیں کھاتے تھے اور اپنے پر تمام حلال چیزیں حرام کر لیتے تھے۔ بعض ان میں سے قسم کھاتے تھے کہ ہم شراب نہ پیئنگے جب تک کہ ہم بدلہ اپنے بھائی کا نہ لے لیں۔ حالانکہ شراب جاہلیت میں پانی کی طرح استعمال ہوتی تھی۔ اور شراب کے کئی سو نام عربی میں مشہور ہیں۔ اور صبح کو جو شراب پی جاتی تھی۔ اسکو صبوح کہتے تھے۔ اور جو شام کو پی جاتی ہے اسکو غبوق کہتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ گویا وہ اپنے اوپر پانی حرام کر لیتے تھے اور بدلہ لیکر چھوڑتے تھے۔ بعض ان میں سے عورتوں کے پاس جانے کو اپنے اوپر حرام سمجھتے تھے۔ اور یہ تمام خواہشیں ان کو بدلہ لینے پر ہر وقت تحریض دلاتی تھیں۔ پس جب جاہلیت میں عرب لوگ لڑائی کے ایسے شائق تھے تو ان کو اخوت اسلامی کے مسئلہ پر چلانا اس جلیل القدر آدمی کا ہی کام تھا جو کہ عرب جیسے وحشیوں میں مبعوث ہوا جن کے نزدیک قتل زنا۔ چوری۔ مال کا مارنا معمولی روزمرہ کے کام تھے۔

آنحضرتؐ نے ان کو اخوت اسلامی کی تعلیم دی۔ اور فرمایا کہ جاہلیت کے تمام بدلے جو تم آپس میں لیتے تھے۔ آج سے موقوف ہیں۔ اور ان کو اسلامی نشے میں ایسا سرشار کیا کہ وہ سب کچھ بھول گئے۔

صحابہ کی فتوحات کوئی مخفی فتوحات نہیں تھیں۔ ان کی کامیابی کوئی پوشیدہ امر نہیں بلکہ وہ نیر اعظم کی طرح اکناف عالم میں چمکتی ہے۔ ان کا شام عراق اور اندلس اور افریقہ کو فتح کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ بلکہ یہی وہ فتوحات تھیں جن سے کہ ان کا نام چار دانگ عالم میں مشہور ہو گیا۔ اور اخوت اسلامی کے مسئلہ پر کاربند ہو کر انہوں نے دنیا پر یہ ظاہر کر دیا کہ کامیابی کے خزانہ کی کنجی صرف آپس میں محبت کرنا اور مخلوق خدا کو یکساں نظر سے دیکھنا ہے۔

اسلام کے ایسے قیمتی اور نایاب اصول ہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ ان اصولوں کو دنیا آہستہ آہستہ مانتی جاویگی۔ اور مان رہی ہے۔ اور فیصلہ کرلے گی کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو کہ انسان کو انسان بناتا ہے۔ اور انسانوں کو حیوانوں پر فوقیت دیتا ہے۔

آریہ قوم نے تو شادی بیوگان کے مسئلہ پر عمل پیرا ہونے کے سوا اور کچھ چارہ نہ دیکھا۔ اب انہوں نے ایک اور قدم اسلام کی طرف بڑھایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے ذات پات کے مسئلہ کو جو ان کے نزدیک ایک اہم مسئلہ تھا اور ان کے ایمانیات کا ایک جزو اعظم تھا۔ خیرباد کہدی ہے۔

میرے سامنے ۱۷ فروری کا اخبار پرکاش ہے جس کے صفحہ ۸ کے پہلے کالم میں زیر عنوان "ذات پات کا شیرازہ ڈھیلا ہو رہا ہے" لکھا ہے کہ

"پچھلے دنوں بڑودہ میں ایک وواہ ہوا تھا جس میں ور اگروال اور کنیا برہمن تھی۔ در بڑودہ ریاست کے میڈیکل شہر اور بد ہوا اس ریاست کے وزیر اعظم کی لڑکی ۹ فروری کو لاہور میں بھی دو اعلیٰ گھرانوں میں اسی قسم کی ایک شادی ہوئی۔ لالہ ہرکشن لال جی سابق وزیر پنجاب گورنمنٹ کی کنیا کی شادی لالہ شیو دیال جی ایم اے سابق انسپکٹر مدرسہ جات کے لڑکے سے ہوئی۔ لالہ ہرکشن جی اروڑ بنس سے ہیں۔ اور لالہ شیو دیال کھتری ہیں۔ یہ مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ موجودہ ذات پات کا شیرازہ ڈھیلا ہو رہا ہے"

پس ان شادیوں کا ہونا بین دلیل ہے کہ وہ اسلام کے اخوت کے اصول کو کسقدر احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور ڈنکے کی چوٹ سے اس پر عمل پیرا ہو کر ظاہر کرتے ہیں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی فطرت کے مطابق تعلیم دیتا ہے۔ پس ہم کو نہایت خوشی ہوئی ہے۔ کہ آریہ اب اسلام کے قریب آرہے ہیں۔ اور خداوہ دن جلد لاوے کہ وہ ہم میں شامل ہو کر اسلام کی تعلیم پر کاربند ہوں۔

میں مسلمان کیوں ہوں؟

لاہور برکت علی محمڈن ہال میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مضمون پر تقریر کرنے کا موقعہ عطا فرمایا کہ "میں مسلمان کیوں ہوں" قلت وقت کی وجہ سے مضمون کا آخری حصہ بیان کرنے سے رہ گیا تھا میں نے اسکو مکمل کر کے مضمون کی صورت میں تیار کیا ہے +

خاکسار بدرالدین احمدی طالب علم میڈیکل کالج لاہور

جناب صدر جلسہ و معززین حاضرین! جو مضمون میں نے آج شام اپنی تقریر کیلئے انتخاب کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ میں مسلمان کیوں ہوں۔ گویا یہ ایک سوال ہے۔ جو مجھپر کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کے بیشمار مذاہب میں سے تم نے کیوں اپنے لئے اسلام کو قبول اور باقیوں کو رد کیا ہے۔ پس اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں۔ کہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے مسلمان ہوں۔ مگر محض اس لئے نہیں کہ میں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا۔ اور میں مسلمان ہوں۔ مگر اس لئے نہیں کہ میں اپنی قوم کی طرفداری یا کوئی اور ذاتی غرض اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ بلکہ میں مسلمان ہوں۔ اس لئے کہ میری ایک فطرتی آرزو کے پورا کرنے کے لئے جو وہ آرزو چھوٹے اور بڑے تمام انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر کوئی آواز میرے کان میں آتی ہے تو وہ اسلام اور صرف اسلام کی طرف سے آتی ہے۔ اور کوئی طریق یا مذہب مجھے دنیا میں نظر نہیں آتا۔ جو مجھے اس آرزو میں کامیاب کرنے کے لئے اپنی طرف بلائے۔ اور وہ آرزو جس کے حاصل کرنے کی تڑپ ہر انسان کی فطرت کے اندر پائی جاتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ انسان ہر قسم کے دکھوں اور عذابوں سے نجات پائے۔ اور ہمیشہ اور ابدالآباد کی راحت اور چین اور لازوال خوشی کی زندگی کا یہ وارث ہو اس آرزو کے پورا کرنے کا جو صحیح طریق ہے۔ اس کی طرف بھی انسان کی فطرت یہی رہنمائی کرتی اور کہتی ہے۔ کہ اے انسان تو اپنی ذات میں نہایت درجہ ناقص اور کمزور ہے۔ تو اپنی آنکھ میں طاقت بینائی رکھنے کے باوجود ایک دوسری شئے یعنی سورج کی روشنی کا محتاج ہے۔ پس تو اٹھ اور کسی دوسری ایسی چیز کی تلاش کر جس کے ساتھ تعلق اور محبت کے ذریعہ تو اپنی طبعی تمنا کو حاصل کر سکے۔ سو فطرت کی اس رہنمائی کے پیچھے لگ کر انسان اٹھتا اور ہر ناقص چیز کو رد کرتا اور ہر حسن و خوبی اور کمال والی چیز کے ساتھ اپنا تعلق لگاتا ہے۔ مگر بڑی اور مشہود اشیاء میں سے کوئی ایسی چیز انسان کو نہیں ملتی۔ جو ہر عیب سے پاک ہو۔ اور ہر حسن و خوبی کی جامع ہو۔ مگر اسلام دنیا کے لوگوں کو مخاطب کرتا ہوا سب سے پہلے فقرے میں ہی ایک ایسی ہستی کی خبر دیتا ہے جس کی محبت کے لئے طبعاً ہر ایک روح تڑپ رہی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین یعنی اے انسان تو اپنی سعی و کوشش میں ناکامی دیکھکر حیران و سرگرداں مت ہو۔ تو میری طرف آ کہ میں تیرا خدا موجود ہوں۔ جو تمام نقائص اور عیوب سے منزہ اور تمام خوبصورتیوں اور خوبیوں کا اور صفات حسنہ کا جامع ہوں۔ پس یہ وہ آواز ہے۔ جو مجھے اسلام اور صرف اسلام کی طرف سے آتی ہے۔ اور میں اسی لئے مسلمان ہوں۔

سوال ہو سکتا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی نہیں۔ بلکہ باقی مذاہب بھی خدا کی ہستی کو پیش کرتے اور اس کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر میں عرض کرتا ہوں کہ باقی مذاہب اس کامل خدا اور تمام عیبوں سے منزہ اور تمام خوبیوں کے جامع خدا کو پیش نہیں کرتے جس کو اسلام پیش کرتا ہے۔ مثلاً عیسائی مذہب جس خدا کو پیش کرتا ہے۔ اس نے گناہ کو انسانی فطرت میں ایسا لگا دیا ہے۔ کہ انسان کیلئے اس سے نجات پانا ممکن نہیں۔ مگر اسلام کا خدا وہ خدا ہے جو فرماتا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہم نے انسان کو اچھی اچھی طاقتیں دیکر پیدا کیا ہے۔ اور اگر انسان ان طاقتوں کو بیجا استعمال کر کے گناہوں میں لگ جاسکتا ہے تب بھی وہ خدا انسان کو گناہ سے نجات دیتا اور پاک کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم اٰیاتہ و یزکیھم کہ خدا نے انسانوں میں ان پر جو اس کی آواز پر کان دھرتے ہیں۔ یہ احسان کیا ہے کہ ان میں ایک رسول بھیجا۔ جو خدا کے احکام ان کو سناتا اور ان کو گناہوں سے نجات دیتا۔ اور پاک کرتا ہے۔ مگر عیسائیوں کا خدا اپنے رسولوں کو چھوڑ اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیجکر بھی انسان کو گناہ سے نجات نہیں دے سکتا۔ اور اپنی ناکامی اور نقص کو چھپانے کیلئے بائبل میں یہ تعلیم دیتا ہے۔ کہ گناہ تمہاری فطرت میں رکھا گیا ہے۔ اس سے تم کو نجات حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا اس کیلئے خدا کو اپنے بیٹے کو سزا دینی پڑی۔ علیٰ ہذا القیاس عیسائیوں کے پیشکردہ خدا اور آریوں کے پیشکردہ خدا میں طرح طرح کے نقائص اور عیوب پائے جاتے ہیں۔ جن کو میں اس قلیل وقت میں بیان نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اسلام کے سوا باقی تمام قومیں ایک ایسے خدا کو پیش کرتی ہیں۔ جو اول تو تمام صفات حسنہ کا جامع نہیں۔ اور اگر اس بات کو چھوڑ بھی دیا جاوے تو بھی ان کے خدا کی صفات حسنہ کا فیض کسی نہ کسی طریق سے محدود ہے۔ مثلاً یہودی مذہب جس خدا کو پیش کرتا ہے۔ اس کا فیض محض بنی اسرائیل قوم تک محدود ہے۔ اور عیسائی مذہب کا پیشکردہ خدا بھی اپنے روحانی انعامات محض بنی اسرائیل کی بھیڑوں ہی کے لئے مخصوص کرتا ہے۔ اور ان کے سوا باقی قوموں کو کتے کے لفظ سے یاد کر کے بائبل میں یہ تعلیم دیتا ہے کہ بچوں کی روٹی کتوں کے آگے نہیں ڈالی جا سکتی۔ مگر اسلام کا خدا اپنے رسول کو یہ پیغام دیکر بھیجتا ہے۔ کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کہ تو کہدے۔ کہ میں دنیا کی ساری کی ساری قوموں کی روحانی دعوت کے لئے آیا ہوں۔ پھر ہمارے ملک کی ہندو قوم اپنے خدا کے فیض سے اسی ملک میں انہی کیساتھ رہنے والے مسلمانوں کو اب محروم خیال کرتی ہے۔ کہ چیزیں ان کے چھونے سے ناپاک ہو جاتی ہیں۔ اور امریکہ کے سفید لوگ اپنے ساتھ رہنے والے حبشیوں کیساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ گویا وہ اس خدا کے بندے نہیں۔ جس کے بندے سفید لوگ ہیں۔ مگر اسلام ان تمام کے خلاف یہ کہتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ وہ خدا تمام کالوں گوروں کا رب ہے۔ اور صرف اسلام نے ہی انسانیت کے حقوق کے لحاظ سے تمام قوموں میں مساوات کی تعلیم دی ہے۔ ہمارے معزز اور محترم مبلغ مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ سے اسلام قبول کرنے والی ایک حبشی عورت امریکہ سے جماعت احمدیہ کے امام کو یہ خط لکھتی ہے۔ کہ

اے خدا کے خلیفہ آپ نے اسلام کی روشنی کو اتنی دیر تک کیوں ہم سے چھپائے رکھا۔

پس یہی وہ فطرتی مذہب تھا۔ جس نے اس ہماری بہن کی طبعی آرزوؤں کو پورا کیا۔ پھر جیسے بعض قومیں خدا کے فیوض کو قوموں یا ملکوں تک محدود رکھتی ہیں۔ اسی طرح سے اسلام کے سوا باقی تمام مذاہب خدا کے حسن و جمال کی روشنی کو صرف گذشتہ زمانوں تک محدود رکھتی ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے پاس خدائی برکات اور اس کے روحانی فیض کا ذخیرہ محض قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں پڑا ہے مگر موجودہ زمانہ میں ان کے خداؤں نے اپنے فیوض کو بالکل بند کر رکھا ہے۔ چنانچہ آج دنیا کی رہنما قومیں جو سب سے عقلمند اور ہوشیار سمجھی جاتی ہیں۔ ان خدائی برکات کو محض قصوں کے رنگ میں سنکر اور ان کا کوئی ظہور اس زمانہ میں نہ ہوتا ہوا دیکھکر ان قصوں کو جنوں اور پریوں کے قصوں سے زیادہ وقعت نہ دینے اور خدا کی ہستی اور خدا کی طاقتوں کے ظہور سے منکر ہونے پر مجبور ہو گئیں ہیں۔ اور ان قوموں کے زیر اثر ہو کر آج اس زمانہ میں مادیت اور دہریت کی زہریلی ہوا تمام دنیا میں اثر کر گئی ہے۔ اور ایسا زمانہ آ گیا ہے۔ کہ گو زبانیں خدا کا نام لیں۔ مگر دل اس کی ہستی سے بالکل بے خبر ہو کر مردہ ہو گئے ہیں۔ اور خدا اور مذہب کو لوگ ایک فضول اور لغو اور بے حقیقت چیز شمار کرنے لگ گئے ہیں۔ اس شدید ظلمت کے پھیل جانے کی یہی وجہ ہے۔ کہ خدا کا محض نام پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس کے نزول فیوض اور کلام کو محض گذشتہ زمانوں تک محدود کیا جاتا ہے۔ مگر اسلام ہے۔ جو اس کا پیشکردہ خدا کبھی اپنے فیوض کو بند نہیں کرتا۔ اور اب بھی وہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اور اب بھی اپنے خارق عادت نشانوں اور معجزات کے ذریعہ سے اپنا چہرہ اور اپنا حسن دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا۔ کہ اسلام کا خدا وہ خدا ہے۔ جو اپنے ساتھ محبت رکھنے والے بندوں کو اپنے ایسے کلام کیساتھ دنیا میں قائم کرتا ہے جو وہ کلام ثابت اور پورا ہو کر رہتا ہے۔ چنانچہ اسلام کے متبعین میں سے ہمیشہ خدا تعالےٰ کلام کرتا رہا ہے۔ اور ہمارے موجودہ زمانہ میں

بھی اس نے دنیا کے سرگرداں انسانوں کو پھر اپنا چہرہ دکھانے کے لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے ایک غلام کو چنا اور اس کو مسیح موعود کا خطاب دیکر پھر دنیا کو خدا کی طرف بلانے کے لئے بھیجا۔ اور پھر اپنا تازہ کلام اور تازہ نشانات ظاہر کئے۔ جن کے ذریعہ سے نہایت سرعت اور تیزی سے ایک جماعت قائم ہو رہی ہے۔ جو خدا کی محبت کا جوہر اپنے دلوں میں لے کر دنیا کو نجات دینے کے لئے اٹھی ہے۔ غرض یہ کہ اسلام کا پیشکردہ خدا اور صرف اسلام کا ہی وہ خدا ہے۔ جس کا فیض نہ محدودیت مکان اور نہ محدودیت زمان رکھتا ہے بلکہ وہ رب العالمین ہے۔ اس کا فیض تمام جہان اور تمام زمان کی قوموں تک وسیع ہے۔

علاوہ ازیں نہ صرف یہ کہ اسلام کا پیشکردہ خدا مکمل اور اکمل خدا ہے۔ بلکہ اس کی تعلیم بھی جو اسی مکمل اور تمام عیوب سے منزہ اور تمام خوبیوں کے جامع خدا کے منبع سے نکلی ہے۔ اسی طرح مکمل اور تمام نقائص سے مبرہ اور تمام ترقیات اور خوبیوں کے راستوں کو کھولنے والی ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ الٓمّٓ۔ ذالك الكتٰب لا ريب فيه۔ میں اللہ کامل سے کامل علم رکھنے والا ہوں۔ اس لئے یہ کتاب بھی کامل علم والی کتاب ہے۔ اس کے اندر کوئی شک اور ریب کی بات نہیں ہے۔ اور ھدًی للمتقین ہے۔ یعنی جو لوگ اپنی فطرتی آرزو کے مطابق عذابوں سے بچنا چاہتے ہیں۔ ان کیلئے یہ کتاب رہنما ہے۔ اور خلاصہ اس تعلیم کا جو اس جامع جمیع صفات کاملہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

سورۂ فاتحہ میں ہی بتا دیا گیا ہے۔ کہ انسان تخلقوا باخلاق اللہ کے مطابق اللہ تعالےٰ کے مندرجہ ذیل چار صفات کا رنگ اپنے اندر قائم کرے۔ اور جیسا کہ خدا رب العالمین ہے۔ اور کسی قوم اور کسی زمانے کو اپنے فیض سے محروم نہیں رکھتا۔ اسی طرح وہ انسان جو خدا کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ بھی گوروں اور کالوں میں فرق نہ کرتا ہوا اور کسی قوم کو انسانیت کے دائرہ سے نیچا نہ گراتا ہوا تمام کو فیض اور فائدہ پہنچائے۔ اور انسانیت کے لحاظ سے جو حقوق انسان کے ہو سکتے ہیں۔ وہ تمام انسانوں کو دیوے۔ اسی طرح جیسا کہ خدا رحمٰن ہے۔ اور بعض سامان وہ بغیر انسان کی دعا یا کسی عمل کے محض اپنی رحمت سے عنایت کرتا ہے۔ اسی طرح یہ محتاج انسانوں کے پاس خود جائے۔ اور بغیر ان کے کسی استحقاق کے ان کی ضروریات کو پورا کرے۔ اسی لئے اسلام نے زکوٰۃ اور صدقات مقرر کئے ہیں۔ تا قوم میں سے بعض اور صرف چند لوگ ہی تمام دولت کے مالک نہ ہو جاویں۔ اور امیروں سے مال لیکر غرباء کی بھی نگہداشت کی جاوے۔

پس Capital کے تمام جھگڑوں کا حل الرحمٰن کی تعلیم سے ہو سکتا ہے۔

اس زکوٰۃ کے وصول کرنے کا طریق ایک یہ بھی ہو سکتا تھا۔ کہ قوم کے امراء سے اتنا مال لے لیا جاوے۔ کہ قوم کے تمام افراد برابر ہو جاویں۔ مگر اس طریق کے قائم کرنے سے یہ نقص لازم آتا ہے۔ کہ ایک دوسرے کا کام کرنے کی احتیاج اٹھ جائیگی۔ اور فنون اور حرفوں کی تمام ترقیات رک جائینگی۔ لہٰذا زکوٰۃ کو اسی صورت میں رکھا گیا ہے۔ جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اور فرمایا کہ جیسا وہ خدا الرحیم ہے۔ اور کام کرنے والوں کو اچھے بدلے دیتا ہے۔ اسی طرح اے انسانوں تم بھی اپنے کام کرنے والوں کے اجر اور بدلے ان کو دو۔ اور ایسی صورت میں سوشلزم کی طرح قائم نہ کرو۔ کہ ایک دوسرے کے کام کرنے کی احتیاج اٹھ کر دنیا کے کام ہی رک جائیں۔ پھر فرمایا مالك یوم الدین جیسا وہ خدا جزا اور سزا دیتا ہے۔ تم بھی دنیا میں انسانوں کے حقوق تلف کرنے والوں کو سزا دو۔ اور حقوق قائم کرنے والوں کو جزا دو۔ پس یہ وہ تعلیم ہے۔ جو اسلام کے ذریعہ خدا نے نازل فرمائی ہے۔ وہ خدا جو تمام دنیا کا رب ہے۔ اور دنیا کی تمام قوموں کو ایک نقطہ پر قائم کرنا اور ان میں امن اور اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے بندوں میں تفرقہ اور عناد اور بغض کو پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے اس نے ایسی تعلیم نازل فرمائی ہے۔ کہ اس تعلیم اور صرف اسی تعلیم کے ذریعہ سے اب دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ خدا کرے کہ جلد وہ زمانہ آئے کہ ساری قومیں اسلام قبول کریں۔ اور ان کے بے چین اور مضطرب دل حقیقی چین اور تسلی حاصل کریں۔ آمین

مگر ابھی ایک اور سوال انسان کے دل میں باقی رہ جاتا ہے۔ اور دراصل وہی اصل سوال ہے۔ جس کے حل ہوئے بغیر انسان تسلی نہیں پا سکتا۔ اور وہ سوال یہ ہے۔ کہ انسان کو اس کامل الصفات کا صرف علم ہی نہیں۔ بلکہ وصال بھی ہو جائے۔ خصوصاً اسلام کے بندے کو اس حسین ہستی کی خبر دینے کے بعد یہ تڑپ اور بھی شدت سے پیدا ہوتی ہے۔ کہ ایسا خدا ہمیں مل بھی جائے۔ مگر اس آرزو کے پورا کرنے کیلئے اسلام اور صرف اسلام نے ہی رستہ کھول دیا ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے۔ کہ انسان کی یہ آرزو تین باتوں کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو صرف اسلام میں ہی مل سکتی ہیں۔

اول انسان خدا کو اپنا مقصود بنا کر اپنا تمام کچھ اسکی راہ میں خرچ کر دے۔ جس کا نام اسلامی اصطلاح میں مجاہدہ فی سبیل اللہ ہے۔ اس کا ذکر ایاك نعبد میں فرمایا ہے۔ یہ مجاہدہ جیسا اسلام میں ہو سکتا ہے۔ ایسا کسی مذہب میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام نے وہ کامل الصفات خدا پیش کیا ہے۔ جسکی کامل صفات (رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ مالك یوم الدین) کا ذکر سنکر بندہ بے اختیار ایاك نعبد کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یعنی اے وہ خدا جس کا ذکر اوپر آیا ہے تجھ پر میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اسی لئے یہاں قل ایاك نعبد نہیں بلکہ ایاك نعبد رکھا گیا ہے۔ کہ خدا کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اے انسان تو ایاك نعبد کہہ بلکہ اس کی صفات کاملہ کا بیان ہی بندے کو ایاك نعبد کہلانے کے لئے کافی ہے۔

دوسری بات جو خدا کے ملنے کے لئے ضروری ہے دعا ہے۔ یعنی بندہ اپنی طرف سے اپنی ساری چیزیں خدا کے رستہ میں دیکر پھر بھی اپنی ہستی کو کمزور اور اس محبوب کی شان وعظمت دیکھتا ہوا بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اے خدا تو مجھے مل جا۔ اور کہتا ہے۔ ایاك نستعین اھدنا الصراط المستقیم یہ طریق بھی جس کمال تک اسلام میں پایا جاتا ہے۔ دوسرے مذاہب میں نہیں۔ کیونکہ دعا کے لئے کامل جوش ناقص ہستی کے لئے جو ہر ایک بات پر قادر نہ ہو۔ (مثلاً آریوں کا خدا نیستی سے خلق کرنے پر قادر نہیں) پیدا نہیں ہو سکتا۔

تیسری بات جو پہلی دو باتوں کے بعد پیدا ہو کر انسان کو خدا سے ملا دیتی ہے۔ وہ صراط الذین انعمت علیھم میں بیان فرمائی ہے۔ یعنی انسان کی پکار سنکر اللہ تعالےٰ اپنی مہربانی اور فضل سے اپنے قاصد اور پیغامبر اور رہنما دنیا میں بھیجتا ہے۔ جن کی صحبت اور تعلق سے اور جن کی رہنمائی سے انسان خدا کو جا ملتا ہے۔ انعمت علیھم میں انعام کرنے کے فعل کو خدا کی طرف منسوب کرنے میں یہ حکمت ہے۔ کہ خدا آپ اپنے الہام اور کلام کا انعام بعض بندوں پر کرکے ان کو بندوں کی رہنمائی کے لئے بھیجتا ہے اور یہ روحانی استادوں کا سلسلہ سوائے اسلام کے کسی مذہب میں پایا نہیں جاتا۔ کوئی اور مذہب ایسا خدا پیش نہیں کرتا۔ جو اتنی محبت کرنے والا ہو۔ کہ اپنے بندوں کی دعا اور پکار سنکر اپنے پاس سے رسول بھیجے۔ کہ جاؤ میرے بندے تڑپ رہے ہیں۔ ان کو کھینچکر میری طرف لے آؤ۔

چنانچہ فرماتا ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم چنانچہ موجودہ زمانے میں اسلام ہی کے متبعین میں سے خدا نے بندوں کی رہنمائی کے لئے ایک رسول بھیجا۔

پس کیا بلحاظ اس کے کہ اسلام نے ایک کامل خدا کو پیش کیا ہے۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ اس کی تعلیم ہی سے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ خدا کا وصال بھی اسلام میں ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے اسلام کا مذہب اپنے لئے انتخاب کیا۔ خدا مجھے اسلام کا عملی جامہ پہننے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین

کیا آپ نے توسیع الحکم میں حصہ لیا ہے؟

اگر نہیں؟ تو پھر کب؟

امریکہ کی تبلیغی رپورٹ

عرصہ زیر رپورٹ میں ۱۵ اکس زن و مرد مشرف باسلام ہو کر داخل سلسلہ احمدیہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ استقامت دے ان کے اسلامی نام حسب ذیل ہیں۔

حماد — احمد جلیل — جان محمد
شمس دین — پیر محمد — عبدالودود
منور — منیر — عبداللہ سیف الرحمٰن
جلال احمد — امانت — لطف اللہ
محمد سلیم — ہلال — سلیمان

گذشتہ اتوار کو یہاں سخت سردی تھی۔ پارہ ۲۰ درجہ صفر سے بھی نیچے اتر گیا تھا۔ ۱۸ نفس صرف شہر شکاگو میں سردی سے ہلاک ہو گئے۔ باقی شہروں کا حال جدا ہے۔ ہمارے مکان کے بعض نل بسبب پانی جم جانے کے بند ہو گئے۔ ہر وقت آگ جلا کر بیٹھنا پڑتا ہے۔ باہر نکلو تو جس حصہ پر ہوا لگ جائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کٹ گیا۔ بعض کے ہاتھ پاؤں ناک اور کان سردی سے جھڑ جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔ مگر یہاں کے لوگ اس موسم کو پسند کرتے ہیں۔ اگر نہ آئے تو مایوسی کا اظہار شروع ہو جاتا ہے۔ ابھی برف نہیں پڑی تھی۔ تو ڈاکٹروں نے کہنا شروع کر دیا کہ وبا کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ بعض جگہ محرقہ تپ شروع بھی ہو گیا۔ لیکن برف پڑنے سے وہ اندیشہ جاتا رہا۔ یہاں برف کی وہی ضرورت ہے۔ جو ہندوستان میں موسمی برسات کی۔ اب تو روزانہ برف پڑتی ہے۔ بعض وقت دن رات پڑتی رہتی ہے۔ لوگ اسی طرح کاروبار پر جاتے ہیں۔ بعض دفعہ برف پر سے پھسلنے سے سخت چوٹیں آتی ہیں۔ میں بھی ایک دن اسی طرح سخت طوفان باد و باراں و برف میں مکان واپس آ رہا تھا۔ پاؤں پھسلا بہت کوشش کی۔ لیکن اسی وقت جب زمین کے ساتھ برابر فرش ہو رہا۔ الحمد للہ خیریت گذری۔ ایسی حالت میں کوٹ اور کپڑے جھاڑنے بھی دشوار۔ لیکن یہ موسم یہاں Skating کا ہے۔ بچے تک سڑکوں کے ساتھ یا پارکوں میں پاؤں پہیوں پر بھنبھیری کی طرح چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ مکانوں کی چھتیں۔ بازار سڑکیں روشنیئیں درخت گویا کل چیزیں سفید ہی سفید گویا ایک سفید چادر میں لئے ہوئے ہیں۔ نظارہ تو بے شک عمدہ ہے بشرطیکہ سردی نہ ہو۔

یہاں کے اخبارات میں بھی اب اس قسم کے مضامین نکلنے شروع ہو گئے ہیں۔ کہ غیر ممالک میں مشنری بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ لوگ یا تو فساد مچاتے ہیں اور خواہ مخواہ اپنے ملک کو مذہب کے نام پر پولیٹیکل جنگ و جدال میں مصروف کروا دیتے ہیں۔ یا غیر ممالک میں جا کر سفید چمڑی اور یورپین یا مغربی تہذیب کے بل بوتے پر آرام و عیش کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس قسم کے مضامین اب ان شخصوں کی قلموں سے نکلنے شروع ہوئے ہیں۔ جو خود کسی زمانہ میں پادری رہ چکے ہیں۔ چند روز کا عرصہ ہوا۔ مجھے ایک رومن کیتھولک بشپ سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ بہت ہی قابل اور تعلیم یافتہ اور خلیق آدمی ہیں ہمارے مکان پر بھی کبھی کبھی ملنے کے لئے آ جاتا ہے۔ میں بھی کبھی کبھی اس کے ملنے کے لئے چلا جاتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اجنبی ممالک میں مشن بھیجنے کا سخت مخالف ہے چنانچہ اس نے اپنے ایک دوست کا واقعہ سنایا کہ مشنری رہ چکا ہے۔ لیکن اب اس کام سے سخت متنفر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جن لوگوں کو ہم Pagans اور Heathens ان میں بت پرست اور علم دین الٰہیہ سے بالکل بے بہرہ سمجھتے ہیں۔ ان کی اخلاقی تعلیم مسیحیت سے کسی صورت میں کم نہیں۔ اور زیادہ معقول اور تعجب ہے کہ وہ ابھی تک خود اپنے آپ کو مسیحی کہتا ہے۔ ایسا ہی میں ایک دو ایسے مشنریوں سے ملا جو ہندوستان میں رہ چکے ہیں۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اسی قسم کی گفتگو میری برٹش کونسل سے ہوئی۔ وہ بھی فرماتے تھے کہ وہ مشنری کام کے سخت مخالف ہیں۔ یہ کونسل صاحب ایران عرب اور ہندوستان میں رہ چکے ہیں۔ فارسی خوب جانتے ہیں۔ اسی قسم کا مضمون ایک ڈاکٹر کی قلم سے نکلا ہوا شائع ہوا جس کا ترجمہ ناظرین کے لئے خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ان کا نام Dr. C. Meacham لکھا ہے۔ یہ صاحب بتیس سال چین میں میڈیکل مشنری رہ چکے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"جب مجھے اپنے اوائل ایام کا خیال آ جاتا ہے تو بےساختہ ہنسی نکل جاتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ بڑی تلخ زندگی بسر کرنی پڑیگی۔ اور بہت سی مشکلات کا سامنا ہوگا۔ میرا پہلا تلخ تجربہ تو جہاز پر ہی ہوا۔ اول درجہ کے سیلون میں سوار ہوا اس قسم کا کھانا کبھی زندگی بھر میں ایسا اتفاق نہ ہوا تھا۔ میں سمجھا شاید چین پہنچ کر اصل مشکلات کا سامنا ہو۔ خیر انتظار تو کر دشانگھی میں پہونچا۔ دوست استقبال کیلئے موجود تھے۔ ایک بہت ہی اعلیٰ درجہ کے بنگلہ میں اتارا گیا۔ اور بہت ہی نفیس کھانا کھاتا رہا۔ حیران ہو گیا یہی شانگھی ہے جو اس قدر بدنام ہے۔ پھر خیال کیا کہ خیر یہ تو ابھی سفر ہے۔ اندرون ملک میں اصل حالات پیش آئینگے۔ آخر میں وہاں پہنچا۔ کچھ دن تو میں ہیڈ مشنری کے ہاں ٹھہرا رہا۔ کیونکہ میرے لئے مکان تیار ہو رہا تھا۔ لاٹ پادری صاحب ایک بڑے وسیع احاطہ میں قیام پذیر تھے۔ نفیس مکان اور اعلیٰ درجہ کا امریکن ساخت کا سامان سجا ہوا۔ ٹ وغیرہ کرو ڑیتی مات کئے ہوئے تھے جس بستر اور خوابگاہ میں میں سویا اس کا نمونہ میں نے خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ لاٹ پادری صاحب باغبانی کے نہایت شائق تھے۔ ترکاریاں خود اگایا کرتے تھے۔ ہمیں تمام فواکہ اور اغذیہ جو امریکہ میں مل سکتی ہیں۔ وہاں میسر تھیں۔ گائے رکھی ہوئی تھی۔ تازہ دودھ اور مکھن ہر وقت حاصل تھا۔ میں نے عمر بھر ایسا کھانا کبھی نہیں کھایا۔ اور نہ امید ہے ملیگا۔ ذرا بھی مشقت نہ کرنی پڑتی تھی۔ پانی کی ضرورت ہوتی۔ گھنٹی بجائی نوکر دوڑتا ہوا حاضر ہوا جی حضور۔ پانی فوراً حاضر ایسا ہی تمام ضروریات زندگی۔ گرمی کا آغاز تھا۔ جبکہ میں وہاں پہنچا۔ اور لاٹ صاحب بوریا بستر پہاڑ کے لئے باندھ رہے تھے۔ مجھے خیال پیدا ہونا شروع ہوا۔ کہ یہ تو بڑے مزے کی زندگی ہے۔ مشکلات اور قربانی کا تو نام و نشان بھی نہیں۔ میں تو گھر سے شہادت کی طیاری کر کے آیا تھا۔ جب شام ہوئی تو میں نے اپنے کمرہ کے دروازے بند کر لئے اور بستر پر گر کر میں نے زار زار رونا شروع کر دیا۔"

ایک اور پادری کا قصہ لکھا ہے۔ ان کا نام Dr. Saunders تھا۔ ان کو کسی وجہ سے مشن سے خارج کر دیا گیا تھا۔ مگر چینی لوگ اس سے محبت کرتے تھے۔ اور وہ ان کے درمیان ہی رہتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک نیا پادری آیا۔ اور گرمی میں حسب معمول وہ بھی پہاڑ پر چلا گیا۔ اتفاقاً ایک روز اس کو شہر میں آنے کا اتفاق ہوا۔ راستہ میں اس کی ڈاکٹر سانڈرس سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بیچارا ناواقف تھا۔ گفتگو شروع ہو گئی۔

سانڈرس:۔ "ہیں اس موسم میں آپ شہر میں کس طرح آ گئے۔ سخت گرمی ہے!"

پادری:۔ "(نو وارد) کچھ ضروری کام تھا۔ اور ساتھ ہی خیال تھا کہ ڈاک بھی لیتا جاؤں گا!"

سانڈرس:۔ "دو ایک روز کا عرصہ گذرتا ہے کہ ایک اجنبی شخص آپ کی تلاش میں یہاں پھر رہا تھا!"

پادری:۔ کچھ حیران ہو کر "میری تلاش میں"

سانڈرس:۔ "نہیں محض آپ کی تلاش میں تو ایسا نہیں تھا وہ امریکین مشن کا راستہ دریافت کرتا تھا۔ میں نے اس کو راستہ تو بتلا دیا۔ لیکن ساتھ ہی کہہ دیا کہ انہیں کوئی آدمی وہاں نہ ملیگا۔ اس پر وہ کچھ حیران سا ہوا۔ میں نے کہا۔ کہ آپ لوگ تمام یہ ذرا پہاڑوں میں چلے گئے ہیں اور شروع مئی سے ہی اور ستمبر کے اواخر تک واپس نہ ہوں گے"!

پادری:۔ متعجب اور حیران ہو کر سوچ رہا تھا۔ آخر وہ کون اجنبی شخص تھا "اجنبی تھا؟"

سانڈرس:۔ "جس کی آنکھیں اب شمار ہی تھیں۔ یقیناً اجنبی شخص تھا۔ پھر اس نے مجھ سے دوسرے مشنوں کا راستہ پوچھا۔ میں نے اس کو بتلایا کہ یہاں لندن مشن کی بستی بھلا ہے لیکن وہاں جانا بے سود ہے۔ کیونکہ تمام مشنری اس وقت پہاڑوں میں ہیں۔ اور یہ ہے بھی ضروری دیکھو شہر کے اندر کیسی خطرناک کلیجہ پگھلا دینے والی گرمی ہے۔ اس پر وہ اجنبی بولا تو پھر وہ کسی مشن سکول میں چلا جائیگا۔ میں نے کہا آپ تکلیف نہ فرماویں۔ سکول سب بند ہیں۔ وہ کہنے لگا خیر ہسپتال تو کھلا ہی ہوگا وہاں چلتا ہوں۔ میں نے کہا بیشک ہسپتال واقعی قابل دید ہے۔ لیکن ہسپتال تمام جدید سے جدید ترین ایجادات سے مہیا اور مرصع ہے۔ جہاں اپریشن کرتے ہیں وہ تو ہمہ طور پر کامل و مکمل ہے۔ اجنبی نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب جو افسر شفا خانہ ہیں۔ ان کا کیا نام ہے۔ میں نے کہا کہ وہ

بھی بیمار پر آئندہ لیٹ لے گئے ہیں۔ وہ بہت نگاہ و مرلیہ کے حوالہ ہیں۔ میں نے کہا کہ اول تو مئی اور ستمبر کے درمیان لوگ بیمار ہی نہیں ہوتے۔ اور اگر قسمت کا مارا کوئی ہو گیا تو دیسی طبیب بہت ہیں۔"

سانڈرس نے یہاں ذرا توقف کیا۔ اور بچارے نو دارد پادری کا عجب حال تھا۔ گھبرائے سے ہوئے تھے۔ چہرہ پر بے چینی اور بدحواسی کے آثار ظاہر تھے۔ مگر ڈاکٹر سانڈرس نے پھر اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری کر دیا۔ اور کہا۔ "کہ اجنبی میری طرف دو ایک لحظ حیرانی اور بے دلی سے دیکھنے کے بعد کہنے لگا کہ میرا خیال تھا کہ میں جانے سے پہلے یہاں کے مشنوں کو دیکھتا۔ میں نے کہا کہ کیوں رومن کیتھلک چرچ کیوں نہیں معائنہ فرماتے وہ سال بھر یہیں رہتے ہیں کہیں باہر نہیں جاتے۔ اس پر اس نے پوچھا کہ وہ چھٹیاں کب مناتے ہیں۔ میں نے کہا کہ بالکل نہیں۔ یہ سنتے ہی وہ اجنبی چل پڑا۔ میرا خیال ہے کہ وہ ہسپانوی صومعہ کی طرف گیا تھا۔"

پادری سانڈرس کے بھرے میں آ گیا۔ اور ابھی تک اسکو سمجھ نہیں آئی۔ کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ بڑی سادہ لوحی سے پوچھنے لگا۔ آخر وہ اجنبی تھا کون؟" سانڈرس "میں نے اس سے نام پوچھا تھا کہنے لگا کیا پوچھتے ہو مجھے مسیح کہتے ہیں۔"

اس پر پادری صاحب کے کان کھلے۔ رکشا والے کو کہا "چلو"

خاکسار محمد دین

دسمبر ۱۹۲۳ء میں امریکہ کے تبلیغی مشن کا خرچ ایک سو بہتر ڈالر کے قریب ہوا ہے۔ جو قریباً چھ سو روپیہ ہوتا ہے۔

اخبار تیج کی ستم ظریفی

اخبار تیج مورخہ ۹ فروری ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۲ کالم ۱ میں ایک لمبے چوڑے اور سنسنی خیز عنوان "ایک اشدھ شدہ راجپوت کے ساتھ قادیانیوں کی شرارتیں" کے نیچے ایک ایسا مبالغہ و مغالطہ آمیز مضمون شائع کیا گیا ہے۔ کہ اس کے ہر ایک لفظ سے جھوٹ کی نجاست کی بدبو آ رہی ہے۔ علاقہ راجپوتانہ میں جتنے بھی ہمارے مبلغ کام کر رہے ہیں۔ ان کی طرف سے فرداً فرداً مفصل رپوٹیں آئی ہیں اور ان رپورٹوں میں اس واقعہ کا کوئی ذکر تک نہیں۔ اس لئے اس مضمون کو دیکھتے ہی ہم نے سمجھ لیا تھا کہ اس طول طویل واویلا کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ بلکہ حرف ہمارے قدیمی کرم فرمائے مسٹر تیج نے حسب عادت محض افترا پردازی سے کام لیکر ہمارے دل کو دکھانے اور دنیا کو دھوکا دینے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ تاہم مزید تسلی کے لئے ہم نے اپنے مبلغ انچارج علاقہ بیاور سے دریافت کیا کہ اگر کوئی واقعہ ایسا ہوا ہو۔ تو اصل حقیقت سے مطلع کریں۔ سو کل ان کی طرف سے جواب آیا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ

"ہمارے زیر اثر مواضعات میں نہ تو کہیں کوئی آریہ اس عرصہ میں نظر پڑا ہے۔ اور نہ ہمارے ساتھ ایسا موقعہ پیش آیا ہے۔ ہماری طرف اس قسم کی بیہودہ حرکات کو منسوب کرنا سخت جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔"

اس سے ناظرین باتمکین خود اندازہ لگا لیں کہ آریہ اخبارات مبلغان اسلام کے خلاف زہر اگلتے وقت کس امانت و دیانت یا کس انسانیت و شرافت سے کام لیتے ہیں۔ والسلام

خاکسار

عبداللہ خان کھتی بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ قائم مقام امیر المجاہدین احمدیہ دار التبلیغ نائی کی منڈی آگرہ

اشاعت اسلام اور تلوار

عیسائی مشنریوں نے تمام دنیا میں یہ پھیلا رکھا ہے کہ مسلمانوں نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا ہے۔ حالانکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت میں کیا کیا نہ کیا۔ اسپین۔ پرتگال۔ روس۔ ہالینڈ نے خصوصاً اور یورپ کی سلطنتوں نے اس کیلئے کیا راہیں اختیار کیں۔ اور خود ہندو راجہ دھرم کے لئے کیا کیا نہ کر گزرے۔ اسی طرح بعض مسلمان بادشاہوں سے ایسی باتیں سرزد ہوئیں تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیوں ہیں؟

صرف اسلام نے ہی دنیا پر یہ فلسفہ ظاہر کیا کہ مذہب یقین کا نام ہے۔ اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ لا اکراہ فی الدین اور پھر فرمایا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین۔ اور فرمایا لست علیہم بمصیطر فانما علیک البلاغ اور فرمایا۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ۵

پس کس طرح اکراہ جبر سے منع کیا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو کارلائل کہ اس سوال کا کیا جواب ہے۔

"اگر محمدؐ نے تیغ زن سپاہیوں کے زور سے پھیلایا ہے تو پہلے اس تیغ زن سپاہیوں کو کس تلوار سے مسلمان بنایا" پس یہ شہادت کیسی صاف ہے کہ اسلام تلوار سے نہ پھیلا۔ افریقہ کے بعض خطے اور جزائر ملایا سیام انام اور ترک تاتار پر تو مسلمانوں نے کبھی فوج کشی نہ کی۔ پس کس طرح ان میں مسلمانوں کی کثیر جماعت قائم ہوئی۔

اپنے بھائیوں کیلئے دعا کرو

دعا حیرت انگیز انقلاب پیدا کرتی ہے۔ اس کے عجائبات اعجازی ہوتے ہیں۔ مومن جب اپنے بھائی کیلئے دعا سے مدد کرتا ہے۔ تو خدا تعالے اس کی بھی تائید اور نصرت کرتا ہے۔ آج سے الحکم میں یہ کالم مستقل طور پر کھولا جاتا ہے۔ جو احباب اپنے بعض مقاصد کے لئے اپنے بھائیوں سے دعا کے خواستگار ہوں۔ وہ دفتر الحکم میں لکھ کر بھیجدیں۔ اگر مستقل طور پر ان کیلئے درخواست دعا چھاپنی پڑیگی۔ تو انہیں خفیف سی اجرت دینی پڑیگی۔ ایک مرتبہ مفت چھاپی جائیگی۔ (ایڈیٹر)

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی صحت اور کامیابی کیلئے لازماً دعا کیجائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان ارادوں کو بار آور کرے جو اسلام اور اہل اسلام کی ترقی اور کامیابی کیلئے آپ کے دل میں ہیں سلسلہ کے نظام کو مضبوط اور کامیاب بنانے کیلئے جو تجاویز آپ کے زیر نظر ہیں۔ وہ بابرکت ہوں۔

۲۔ حضرت ام المومنین کی صحت اور درازی عمر کیلئے بھی لازماً دعا ہو۔ یہ بابرکت وجود ہے۔ اور آپ کے تمام خاندان کی ہر قسم کی کامیابی کی دعا۔

۳۔ مجاہدین سلسلہ کی صحت اور کامیابی کی دعا اور سلسلہ کے آفاق میں پھیل جانے کی دعا۔

۴۔ سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین صاحب سکندر آبادی ایک خاص ابتلا میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صدق اور وفا کے اعلیٰ مراتب کیساتھ اپنے دینی مقاصد میں کامیاب کرے۔ اور ان کے خاندان کو اس نعمت سے بہرہ اندوز کرے۔ جو ان پر کی ہے۔

۵۔ سیٹھ جی۔ ایم ابراہیم سکندر آبادی بعض مالی ابتلاؤں میں ہیں۔ ان کی فلاح اور کامیابی کے لئے دعا کی جاوے۔

۶۔ سید بشارت احمد صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ حیدر آباد اور ان کیساتھ حیدر آباد کے بعض اور احباب نے امتحان جوڈیشل دیا ہے۔ اور یہ آخری امتحان ہے۔ اس کے بعد پھر موقعہ نہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے ان سب دوستوں کی شاندار کامیابی کیلئے دعا کیجائے۔ کہ یہ سلسلہ کیلئے بہترین امیدوں کا موجب ہو۔

۷۔ مخدوم محمد افضل صاحب انسپکٹر تونسہ کے فرزند رشید جو ایم۔ اے کا امتحان دینیوالے ہیں بیمار ہیں۔ انکی صحت اور کامیابی کیلئے دعا کیجاوے۔

۸۔ برادرم محمد سعید صاحب کلرک کیمل پور چھاؤنی لاہور بعض مشکلات میں ہیں۔ ان سے نجات کیلئے دعا کی جاوے۔

۹۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم کے لئے دعا کی جاوے کہ اللہ تعالیٰ خدمت دین میں اخلاص اور حضرت خلیفۃ المسیح کی محبت میں ترقی دے۔ اور اس کی اولاد خادم دین ہو۔

۱۰۔ عزیز مکرم علی محمد ابن سیٹھ عبداللہ بھائی اللہ دین کی کامیابی کیلئے دعا کیجائے۔ عزیز موصوف انگلستان تعلیم کیلئے گئے ہوئے ہیں۔

نوٹ:۔ کالم دعا خصوصیت کیساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور نشان کر کے پیش کیا جایا کریگا۔ (ایڈیٹر)

تحریک توسیع اشاعت اخبارات

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تحریک کو عملی صورت دینے کے لئے ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے الفضل میں ایک تحریک اخبارات کے لئے کی ہے۔ اسوقت تک الحکم کے لئے اسی تحریک پر چہار جدید خریداروں کے نام آئے ہیں۔ میں ان بزرگوں کے نام اسی لئے درج کرتا ہوں تاکہ احباب کو اور حضرت خلیفۃ المسیح کو ان کے لئے خصوصیت سے تحریک دعا ہو کہ وہ حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کس طرح لبیک کہنے کو آمادہ رہتے ہیں۔ ان احباب میں سے میں ڈاکٹر فضل کریم صاحب کا نام خصوصیت سے پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف خریداری کی درخواست بھیجی۔ بلکہ اخبارات کے مینجر دل پر افسوس ظاہر کیا۔ کہ اب تک کیوں انہوں نے ان کے نام اخبار جاری نہیں کرایا۔ اس سے ان کی قلبی کیفیت نمایاں ہے۔ کہ کیا اخلاص اور تعلق ان کو ہے۔ اللہ کرے کہ ہم سب میں یہ روح ہو۔ انجمنوں کے سکرٹری صاحبان نے اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔ بہت ممکن ہے کہ میری تحریک پر کہ اگر انہوں نے انکار نہ کیا تو اخبار جاری کر دیا جائے گا۔ اسے کافی سمجھا ہو۔

بہرحال میں آخیر فروری تک انتظار رکھ کے یکم مارچ سے سکرٹری صاحبان کے نام اخبار جاری کروں گا۔

اب میں جدید خریداروں کی فہرست درج کر دیتا ہوں۔

۱۔ جناب مولوی صدرالدین صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ کوئٹہ
۲۔ بابو غازی الدین یوسف پوسٹماسٹر جوناگڑھ
۳۔ ڈاکٹر فضل کریم صاحب سفارت برطانیہ کابل
۴۔ خان بہادر شیخ محمد حسین صاحب پنشنر جج علیگڈھ

یہ رفتار نہایت سست ہے احباب توجہ کریں۔

اے احمدی قوم بڑھی چل

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت میں قادر الکلام اور قادر القلم لوگ پیدا کرنے کے لئے جو تحریک فرمائی تھی اس سلسلہ میں یہ مضمون میرے پاس آیا ہے۔ میں لوگوں پر کسی قسم کی اصلاح و ترمیم کے درج کرتا ہوں تاکہ لکھنے والوں کے لئے شوق کا موجب ہو۔ مجھکو افسوس ہے کہ اب تک وہ لوگ جو زیادہ مستحق ہیں۔ کہ اپنے علوم اور قابلیت سے دوسروں کو مستفیض کریں۔ بالکل خاموش ہیں۔ کیا امید کرنی چاہیئے۔ کہ وہ قلم ہاتھ میں لیں گے؟ (ایڈیٹر)

اے احمدی قوم بڑھی چل! بڑھی چل!! بڑھی چل!!!

ہرگز ہرگز کسی بات کا دل میں خیال مت لا نہ کسی رکاوٹ کو دیکھ نہ کسی مشکل کو دل میں لا صرف بڑھنے کا دھیان ہو۔ نہ دن کو دیکھ نہ رات کی فکر کر۔ خواہ روشنی ہو یا اندھیرا۔ بجلی کی چمک ہو۔ یا بادل کی گرج ہو۔ مینہ ہو یا اولے ہوں۔ صرف تجھکو اپنے کام سے کام ہو۔ ترقی کا نقشہ زیر نظر ہو۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ ہر وقت یاد ہو۔ بہار ہو یا خزاں۔ گرمی ہو یا سردی۔ دن بھر ترقی کی راہیں سوچ اور ان پر عملی جامہ پہنا۔ رات کو دعائیں کر۔ ہاں اس وقت تک اپنے اس ارادے کو مت چھوڑ۔ جب تک تو ترقی کے تمام منازل کو طے نہ کر لے۔ جب تک کامیابی کے منہ کو نہ دیکھ لے۔ ہاں اس وقت تک جب تک تیری طاقتیں قائم ہیں (اور خدا کرے کہ وہ قیامت تک قائم رہیں۔) اپنی اس عملی ترقی میں خفیف سے خفیف سستی بھی نہ دکھا۔ دنیا کا فتح کرنا تیرا کام ہے۔ اور گو ایک چھوٹی غریب جماعت ہے۔ مگر یاد رکھ تیری جڑھ کو کس نے لگایا ہے۔ کس نے پرورش کر کے تجھے اس زمین سے ابھارا ہے کس نے اب تک تیری حفاظت کی ہے۔ سن؟ وہ خدا جو ایک خدا ہے جس نے تجھے اسطرح اور اسوقت میں قائم کیا۔ پھر اس مالی کو دیکھ جس کی تبلیغ رسول کریم نے ۱۳۰۰ برس پہلے خوشخبری سنائی تھی۔ اور جس نے اپنی آنکھوں کے پانی سے تیری جڑیں سیراب کیں جس نے اپنی پیشانی کے پسینے کو تیری سرسبزی کے لئے چشموں کی طرح بہایا ہاں جس نے تیری حفاظت کیلئے علم قرآن کی عظیم الشان فصیل کو تیرے گرد کھینچا ہے۔ ہاں جس نے تیری ترقی کے لئے زمین کو صاف کیا ہے۔ اس نے اپنی تمام عمر تیرے لئے رستہ صاف کرنے میں صرف کی۔ اس نے تمام زندگی پتھریلی اور چٹانی زمین کو سرسبز اور ہرے ہرے باغوں میں تبدیل کرنے میں صرف کی ہے۔ اس نے تجھکو ہر قسم کی زہریلی ہوا سے پاک رکھنے کی نہ تھکنے والی کوششیں کی ہیں۔ اس نے تیری جڑوں کو پاتال میں اور تیری کونپلوں کو آسمان پر چلنے کی خوشخبری سنائی ہے پھر کیا ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے بھی تو یونہی رہیگی۔ کیا اب تجھکو خزاں کا خوف ہے۔ کیا اب بھی تجھے کسی نقصان کا اندیشہ ہے۔ تیری بنیاد تو نہایت مستحکم ہے۔ تیرا حصار تو بہت مضبوط ہے۔

سن ہ تیرے واسطے تمام کا تمام جہان پہلے سے ہی بے رونق ہو گیا جس وقت تک تیرا مبارک قدم ہر خطہ زمین پر نہ جائیگا جب تک تیری معطر خوشبوئیں دیار عالم میں نہ پھیلینگی جب تک تیری مردوں کو جلانے والی طاقت کام نہیں کریگی۔ مخلوق خدا یونہی بے حس و حرکت اور مردہ رہیگی۔ اسی طرح گری ہوئی حالت میں پڑی رہیگی۔ جب تک تیری ہر شاخ پھیلنے کی خوشی میں ادھر ادھر جنبش نہ کریگی جب تک تیرے ابر کرم کے ٹکڑے تیری دعاؤں کی ہواؤں پر اڑ اڑ کر تمام دنیا میں نہ برسینگے۔ جب تک تیری دعاؤں کا دھواں بخارات بن کر آسمان کا رخ نہ کریگا۔ جب تک تیرے دل کا سمندر اس روحانی آفتاب کی گرمی سے اثر پذیر نہیں ہوگا۔ اس وقت تک زمین پر سرسبزی کا وقت نہیں آئیگا۔ اور آسمان اپنے لطف کا مینہ اہل دنیا پر نہیں برسائیگا۔ اور بہار کے ایام نہ آئینگے۔

اے احمدی قوم! دیکھ تجھکو کتنے کام کرنے ہیں۔ کس قدر بوجھ خلق خدا کا ابھی تک تیری گردن پر ہے۔ اور کتنا رستہ تجھکو طے کرنا ہے۔ ان باتوں کو دیکھ۔ ابھی سے ٹانگوں کو ہلکا اور مشکلات کے خوف سے مت سکیڑ۔ ابھی تو منزل شروع ہی ہوئی۔ ابھی دل مت توڑ۔ ابھی سے اپنی نورانی صورت کو دنیا سے پوشیدہ رکھنے کی دل میں نہ ٹھان۔ یہ وقت تو وہ وقت ہے کہ خلق خدا مرچکی اور بہتوں کی شدت پیاس کی وجہ سے لبوں پر جان ہے۔ اور بہت سے تڑپ تڑپ کر جان دینے کو تیار ہیں۔ آہ! کیا تجھکو اس مخلوق پر رحم نہیں آتا۔ جو بستر مرگ پر جان توڑ رہی ہے۔ کیا یہ تشنگان خدا اپنے رب کے دربار میں تیری قدر کا شکایت نہیں کرینگے۔ کہ ہمکو پانی نہ دیا۔ ہماری پیاس نہ بجھائی۔ اور اس لئے ہم حاضر نہ ہو سکے۔ کیا تیری رگ حمیت جوش میں نہیں آتی۔ کیوں تیری رگوں میں خون نہیں دوڑتا تو نے عام خلق سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے۔ پس بھلائی کر۔ پھر کہتا ہوں بھلائی کر۔ پیاسوں کی پیاس بجھا۔ بھوکوں کو خوراک دے۔ ننگوں کے لئے کپڑوں کے سامان کر۔ دردمندوں میں آب حیات کے قطروں سے جان ڈال دے۔ اور اس جلتی اور سلگتی ہوئی آگ کو جو کسی دن ہر ایک چیز کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔ اپنی آنکھوں کے پانی سے بجھا۔

اے احمدی قوم! سنا دے۔ اور خلق خدا میں اعلان کر دے یہانتک کہ کوئی بھی انسان اس آواز سے ناآشنا نہ رہے۔ کہ اس قدر بے چین مت ہو۔ اسقدر پریشانی مت دکھا۔ کیونکہ تسلی دینے والا آگیا۔ وہ جس کا وعدہ تھا آگیا۔ مبارک ہو۔ تمہاری سرزمین میں آنیوالا آگیا۔ بیماروں کو شفا دینے والا۔ دکھیوں کے دکھ دور کرنے والا آگیا۔ جاؤ اس سے آب حیات لو۔ اور ہمیشہ کی زندگی پاؤ۔

پیاری جماعت! تو کیوں دنیا کو نہیں بتلاتی۔ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک شخص کو دیکھا۔ جس نے معرفت کے پہاڑ پر چڑھ کر اپنی خواہشیں اپنے ارادے زمین و آسمان کے خدا کے لئے قربان کر دیئے۔ وہ پہاڑ ازلی ابدی رب کے لئے اپنی ہر طرح کی محبوب چیز کو ترک کر کے وہ اس میں مل گیا۔ آہ جس سے نکلا تھا اس کے ہاتھوں میں غائب ہو گیا جس نے اسے پیدا کیا تھا۔ اس کے پاس چلا گیا۔ اور اس طرح اس نے ہمیں حقیقی ترقی کا راز سمجھا دیا۔ کہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک اپنے مال اپنی جان اور اپنا وقت غرض اپنی ہر ایک چیز کو جو اسے پیاری ہو اللہ کے لئے فدا نہ کر دے کیونکہ جو اس رستے میں مرتے ہیں۔ وہی زندہ کہلاتے ہیں۔ اور جو اس طریق میں اپنے آپ کو فنا کرتے ہیں۔ وہی موجود رہتے ہیں۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔ اور کوئی نہیں جو قربان ہوئے بغیر حیات کا ثمرہ چکھے۔ اور جان دئے بغیر حیات پا سکے۔ پس اے خدا کی پیاری قوم اپنے پر ایک موت وارد کر تاکہ فضل کے دروازے کھل جاویں۔ اور سید الشہداء سید عبداللطیف مرحوم اور مولوی عبید اللہ صاحب مرحوم کے نمونے کو اپنے اندر پیدا کر تا تو جھومتی جھومتی پھولوں سے لدی لدائی اپنے آقا اور مالی سے نہایت خوشنودی سے مل سکے آمین ثم آمین

(خاکسار غلام محمد گوجرانوالہ متعلم احمدیہ سکول قادیان)